عہد رسالت ﷺ میں شیخینؓ کے عہدہ وزارت کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of the Ministrial Position of Sheikhin in the Prophetic Era

Syed Ashfaq Ahmad [1]

Dr Hafiz Muhammad Arshad Habib [2]

Abstract:

On the basis of the establishment of the ministry, it can be assumed that the supreme authority and the ministry were not established at the same time and it is certain that the need for one after the other was definitely felt. When the Sultan felt the need for advice and support in order to run the state, it is certain that the position of the Ministry was established so that the Minister could take his hand in the responsibilities of the head of state. It can be said that if the matter is seen in the context of Islamic history, since when the word of this ministry was used in Islam, then the use of this word started in the era of Prophethood ﷺ. In this way, the Prophet (ﷺ) used to consult with many companions to run the system of Madinah state and assigned many tasks to them. But if we look at the time of Prophethood, Prophet Muhammadﷺ used to consult with Hazrat Abu Bakr Siddique and Hazrat Umar in many matters. And numerous hadiths bear witness to the fact that many administrative tasks were also entrusted to these two souls of Qudsiya. In 9 Hijri, Hazrat Abu Bakr Siddique was made the Ameer of Hajj and many times he sent Jihadi armies of conquests to various places under the leadership of Hazrat Abu Bakr Siddique. In other words, it can be said with full confidence in the light of hadiths that Hazrat Abu Bakr Siddiq and Hazrat Umar Farooq were ministers during the Prophet's reign. And all the best qualities that a minister should have, those qualities were present in both of them, which we will mention in detail in our full article.

Keywords: *ministry, established, Islam, Muhammadﷺ, Abu Bakrؓ*

یہ بات پورے وثوق سے ثابت نہیں کہ وزارت کا عہد کب قائم ہوا مگر اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اقتدار اعلیٰ اور وزارت کا وجود ایک ہی وقت میں قائم نہیں ہوا تو اتنا ضرور ہے کہ ایک کے بعد دوسرے کی ضرورت ضرور محسوس کی گئی ہو گی۔ مملکت کا نظم و نسق چلانے کے لیے سلطان کو مشوروں اور معاونت کی ضرورت محسوس ہوئی تو یقینی بات ہے وزارت کا عہدہ قائم ہوا تا کہ وزیر سربراہ مملکت کی ذمہ داریوں میں

[1]. PhD Scholar of Islamic Studies, NCBA&E Sub Campus Multan engrashfaqahmad3451@gmail.com

[2]. Assistant Professor NCBA&E Sub Campus Multan arshadhabib12@gmail.coms

اس کا ہاتھ بٹا سکے البتہ اتنا ضرور ہے کہ ضروری نہیں کہ وزارت کا یہ عہدہ ابتدا ہی سے اسی نام سے موسوم ہو۔ماوردی نے لفظ وزیر کے اشتقاق پر بھی بحث کی ہے اس سلسلے میں اس کے بہت سے معنی بتلائے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ وزیر "وزر" سے مشتق ہے جس کے معنی بار یا بوجھ کے ہیں کیونکہ وزیر پر مملکت کے کاروبار کا بوجھ یا ذمہ داری ڈال دی جاتی ہے۔اس کا مادہ "موزر" بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی پناہ گاہ کے ہیں۔چونکہ بادشاہ مہمات کے وقت وزیر کے دامن میں پناہ لیتا ہے۔اس لیے اس کا نام وزیر ہو گیا۔ماوردی نے ایک اور مادہ بھی بتلایا ہے اس کا کہنا ہے کہ لفظ وزیر کا مادہ "ازر" ہو سکتا ہے جس کے معنی پشت کے ہیں۔کیونکہ وزیر بادشاہ کی پشت پناہی کرتا ہے اور بادشاہ وزیر سے قوت وطاقت حاصل کرتا ہے جس طرح کہ جسم پشت سے حاصل کرتا ہے اسی لیے وزیر کہلایا"[3]

عہد رسالت ﷺ میں لفظ وزیر کا استعمال:

اگر عہد وزارت یا وزارت کی اصطلاح کی بات اسلامی تاریخ کے حوالے کی جائے کہ اس وزارت کے لفظ کا استعمال اسلام میں کب سے ہوا تو اس لفظ کا استعمال عہد رسالت میں ہی شروع ہو گیا تھا جیسا کہ ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں، رسول ﷺ نے فرمایا:

"إذا أرادَ اللهُ بالأميرِ خَيراً جعل لهُ وزيرَ صِدْقٍ: إن نَسي ذَكَّره وإن ذَكَرَ أعانَهُ، وإذا أراد اللهُ به غيْرَ ذلك جعلَ له وزيرَ سوءٍ: إن نَسي لم يذكرهُ، وإن ذَكَرَ لم يُعِنْه"[4]

"اللہ تعالیٰ جب کسی امیر (سلطان) کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے مخلص وزیر عطا فرماتا ہے جو بھول جانے پر اسے یاد کراتا ہے اور یاد ہونے پر اس کی مدد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب اس کے ساتھ کوئی اور ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے کوئی برا وزیر بنا دیتا ہے جو بھول جانے پر اسے یاد نہیں دلاتا اور یاد آنے پر اس کی مدد نہیں کرتا۔"

مسند احمد بن حنبلؒ کی روایت کے مطابق تمام کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے وزیر تھے نبی ﷺ ان سے مشاورت بھی فرماتے اور مختلف امور بھی ان کے سپرد فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں:

"إن الله نظر في قلوب العباد، فوجد قلب محمدﷺ خير قلوب العباد، فاصطفاه لنفسه، فابتعثه برسالته، ثم نظر في قلوب العباد بعد قلب محمد، فوجد قلوب أصحابه خير قلوب العباد، فجعلهم وزراءنبيه، يقاتلون على دينه، فما رأى المسلمون حسنا، فهو عند الله حسن، وما رأوا سيئا فهو عند الله سيئ"[5]

---

[3]۔رشید احمد، پروفیسر، مسلمانوں کے سیاسی افکار، لاہور، ناظم ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2کلب روڈ، یازدہم1990ء، ص80

[4]۔ابوداود، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق (م275ھ) سنن ابی داود، ناشر، دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ الاولی، 1430ھ، 2009ء، 557:4، حدیث نمبر2932

[5]۔احمد بن حنبل، ابوعبداللہ، احمد بن محمد (م241ھ) مسند احمد بن حنبل، ناشر، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاولی، 1421ھ، 2001ء، 84:6، روایت نمبر3600

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو قلب محمد ﷺ کو سب سے بہتر پایا اس لیے اللہ نے ان کو ہی اپنے لیے منتخب فرمایا اور انہیں پیغمبری کے اعزاز سے نواز اکر مبعوث فرمایا، پھر قلب محمد ﷺ کو نکال کر دوبارہ اپنے بندوں کے دلوں میں جھانکا تو نبی کے صحابہؓ کے دلوں کو سب سے بہترین پایا، چنانچہ اللہ نے انہیں اپنے نبی کا وزیر بنادیا، جو ان کے دین کے تحفظ کے لئے راہ خدا میں قتال کرتے ہیں، اس لئے مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جو چیز مسلمانوں کی نظر میں بری ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔"

وزیر کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ جب اس سے مشورہ طلب کیا جائے تو نہایت صداقت اور تدبر و فراست کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرے اور یہ وصف حمیدہ اللہ تبارک تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ میں بدرجہ اتم رکھا تھا تب ہی آپ ﷺ کو ان سے مشورہ کا حکم صادر فرمایا:

"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ"[6]

"ان (صحابہ) سے معاملات میں مشورہ لیا کریں۔ پھر جب آپ پختہ فیصلہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیں۔"

نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ جنگ یا دیگر معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرلیا کرتے تھے لیکن مشورہ کی ضرورت ان امور میں پیش آتی تھی جن میں وحی الٰہی کے ذریعے واضح حکم موجود نہیں ہوتا تھا اور ایسے معاملات میں آپ ﷺ اجتہاد بھی فرماتے تھے اور مشورہ بھی کرتے تھے۔

شیخینؓ کا عہدہ وزارت:

عہد رسالت میں بھی نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے اکثر باتوں کا مشورہ کیا کرتے تھے اور یہ انتظامی امور میں آپ ﷺ کے ساتھ تعاون فرماتے تھے یوں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے وزیر ہونے کا اعزاز حاصل ہے لیکن شیخینؓ کو آنحضرت ﷺ نے بطور خاص اپنا وزیر قرار دیا:

"وَزِيرَايَ مِنَ السَّمَاءِ: جِبْرِيلُ، وَمِيكَائِيلُ، وَمِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ"[7]

"میرے آسمان میں دو وزیر حضرت جبریلؑ اور حضرت میکائیلؑ ہیں اور زمین میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔"

اگر اس حوالہ سے کتب احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو بہت سی صحیح روایتوں سے یہ بات ثابت ہے کہ عہد رسالت میں شیخینؓ کی حیثیت وزیر کی تھی خصوصاً ابو بکر صدیقؓ تو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے اور ہر اہم معاملہ میں آپؓ سے مشاورت لی جاتی تھی جس کی گواہی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بھی دیتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں:

---

[6]۔ سورۃ آل عمران، 159:3

[7]۔ الحاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد (م 405ھ) المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولی 1990، 1411ء، 290:2، حدیث نمبر 3046

"كَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُؓ مِنَ النَّبِيِّﷺ مَكَانَ الْوَزِيرِ، فَكَانَ يُشَاوِرُهُ فِي جَمِيعِ أُمُورِهِ، وَكَانَ ثَانِيَهُ فِي الْإِسْلَامِ، وَكَانَ ثَانِيَهُ فِي الْغَارِ، وَكَانَ ثَانِيَهُ فِي الْعَرِيشِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ ثَانِيَهُ فِي الْقَبْرِ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُقَدِّمُ عَلَيْهِ أَحَدًا"[8]

"ابو بکر صدیقؓ، رسول اللہ ﷺ کے وزیر کی حیثیت رکھتے تھے آپ ﷺ تمام امور میں آپؓ ہی سے مشورہ فرماتے تھے اور آپؓ اسلام میں بھی آپ ﷺ کے ساتھی تھے، غار (ثور) میں بھی ساتھی تھے اور جنگ بدر کے دن خیمے میں بھی ساتھ تھے اور قبر انور میں بھی ساتھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان پر کسی اور کو ترجیح نہیں دیا کرتے تھے۔"

مذکورہ عنوان پر اسی حوالہ سے ایک روایت بھی بیان کی گئی ہے:

" كانَ رسولُ اللَّهِﷺ يسمُرُ معَ أبي بكرٍ في الأمرِ مِن أمرِ المسلمينَ وأنا معَهُما"[9]

"حضور ﷺ مسلمانوں کے اس طرح کے اُمور کے سلسلے میں رات کے وقت ابو بکر صدیقؓ سے گفتگو فرماتے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔"

وزیر کے اوصاف حمیدہ:

مامون الرشید معروف عباسی خلیفہ جسے علم وفضل میں کمال حاصل تھا جو تدبر وفراست میں رسوخ رکھتا تھا اس نے اپنے تجربات کی بنیاد پر وزیر کے اوصاف بیان کیے ہیں کہ ایک سلطان و حکمران کے وزیر کو کن اوصاف سے متصف ہونا چاہئے:

"میں چاہتا ہوں امور مملکت کو ایسے شخص کے سپرد کردوں جس میں متعدد صفات پائی جاتی ہوں جو کردار کے لحاظ سے عفیف و پاکباز ہو اور خود پر اسے قابو حاصل ہو جس کے چال چلن میں ہم آہنگی اور یکسانیت ہو۔ ادب کے مطالعہ نے اُسے مہذب اور شائستہ کردیا ہو، تجربے نے اُسے دانا اور ہوشیار بنا دیا ہو۔ راز دار اور عقدوں کا حل کرنے والا ہو، خاموش ہو تو رعب برسے اور گفتگو کرے تو علم کے دریا بہادے، نہایت قانع، پھٹے پُرانے کپڑوں پر بھی مطمئن ہو۔ وہ کمانڈر کا حوصلہ، فلسفی کا ثبات، عالم کا اخلاق اور فقیہہ کی سمجھ کا مالک ہو جب اس کے ساتھ نیکی کی جائے تو احسان مانے اور جب اسے بدی کے ذریعے آزمایا جائے تو صابر نکلے۔ کل کی مایوسی کے خیال سے آج کے عیش و آرام پر لات ماردے اور اپنی شیریں اور نرم گفتاری سے لوگوں کے دل موہ لے۔"[10]

اسی طرح مفتی امداد اللہ انور نے ایک کتاب "آداب حکومت" تصنیف کی اس میں چیدہ چیدہ مضامین امام غزالیؒ کی کتاب التبر المسبوک فی السیر الملوک اور امام ابن جوزی کی الشفاء فی مواعظ الملوک والخلفاء سے لیے گئے ہیں اس کتاب میں وزیر کے اوصاف اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

---

[8]۔ الحاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمد (م 405ھ) المستدرک علی الصحیحین ،66:3، حدیث نمبر 4408

[9]۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، جامع ترمذی، ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، 2000ء، رقم الحدیث: 169

[10]۔ رشید احمد، پروفیسر، مسلمانوں کے سیاسی افکار، لاہور، ناظم ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2 کلب روڈ، یازدہم 1990ء، ص 81،80

"وزیر سلطنت کی زینت ہے اور زینت کا صالح اور پاکیزہ ہونا ضروری ہے، وزیر کو پانچ چیزوں کی ضرورت ہے:

1۔ باطن کی اور سیرت کی درستی۔

2۔ بیداری تاکہ جس معاملہ میں پڑے اس نکلنے کی سبیل کر سکے۔

3۔ علم تاکہ حقیقی امور کو پہچان سکے۔

4۔ شجاعت تاکہ خواہ مخواہ نہ ڈرے۔

5۔ سچائی تاکہ غلط کام نہ کرے اور اخفائے اسرار"[11]

مامون الرشید نے یا آداب حکومت میں وزیر کے جو اوصاف بیان کیے ہیں اگر عہد رسالت میں بحیثیت وزیر ان اوصاف حمیدہ کو شیخینؓ کی ذات مبارکہ میں دیکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ تمام اوصاف ان دونوں نفوس قدسیہ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ تب ہی رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے مشاورت کے لیے انہیں طلب فرماتے اور ان سے مشورہ طلب فرماتے۔

بدر کے قیدیوں کے بارے مشاورت:

جیسا کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں ان نفوس کی رائے طلب فرمائی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کیونکہ سب اپنے ہی عزیز رشتہ دار ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے جبکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دین کے معاملہ میں دوست دشمن قرابت ورشتہ داری کی کوئی تفریق نہیں تھی یعنی کفار سب ایک جیسے ہیں اس لیے جو گرفتار ہو کر آئے ہیں ہمیں دین سے زیادہ عزیز نہیں ہیں:

"فَلَمَّا أَسَرُوا الْأُسَارَى، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ: «مَا تَرَوْنَ فِي هَؤُلَاءِ الْأُسَارَى؟» فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا نَبِيَّ اللهِ، هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيرَةِ، أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُونُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ، فَعَسَى اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا تَرَى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟» قُلْتُ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَرَى الَّذِي رَأَى أَبُو بَكْرٍ، وَلَكِنِّي أَرَى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ، فَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ، وَتُمَكِّنِّي مِنْ فُلَانٍ نَسِيبًا لِعُمَرَ، فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَإِنَّ هَؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَصَنَادِيدُهَا، فَهَوِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ، وَلَمْ يَهْوَ مَا قُلْتُ"[12]

"جب ان لوگوں نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا (مشورہ طلب کیا) ان قیدیوں کے سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! یہ ہمارے چچازاد اور خاندان کے بیٹے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ ﷺ ان سے فدیہ لے لیں، یہ کافروں کے خلاف ہماری طاقت کا باعث بن سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ

---

[11]۔ امداد اللہ انور، مفتی، آداب حکومت، ملتان، عزیز اللہ رحمانی دار المعارف، 1422ھ، 2001ء، ص 61

[12]۔ مسلم بن الحجاج، ابو الحسن القشیری (م 261ھ) صحیح مسلم، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، 3:1375، روایت نمبر 1763

تعالیٰ ان کو اسلام کے راستے پر چلادے ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن خطاب تمہارا کیا مشورہ ہے ؟ عرض کیا نہیں اللہ کی قسم میرا مشورہ وہ نہیں جو ابو بکرؓ کا ہے بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمیں اختیار دیں اور ہم ان کی گردنیں اڑا دیں آپ ﷺ عقیل پر علیؓ کو اختیار دیں وہ اس کی گردن اڑا دیں اور مجھے فلاں۔۔۔ عمر کے ہم نسب۔۔۔ پر اختیار دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں۔ یہ لوگ کافروں کے امام اور بڑے سردار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو پسند کیا جو ابو بکرؓ نے کہی تھی اور جو میں نے کہا تھا اسے پسند نہ فرمایا۔

شیخینؓ نے دین کی بہتری کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی اپنی فہم کے مطابق مشورہ دیا اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مشورے کو پسند فرمایا لیکن خلاّق عالم کی جانب سے فیصلہ حضرت عمرؓ کے مشورہ کی تائید میں آیا:

"فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَبْكِي أَنْتَ وَصَاحِبُكَ؟ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ، وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:" أَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنْ أَخْذِهِمِ الْفِدَاءَ، لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنَى مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ - شَجَرَةٍ قَرِيبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللهِ ﷺ- وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ} [الأنفال: 67] إِلَى قَوْلِهِ {فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا} [الأنفال: 69] فَأَحَلَّ اللهُ الْغَنِيمَةَ لَهُمْ"[13]

"جب اگلا دن ہوا تو میں حاضر خدمت ہوا دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ دونوں بیٹھے ہوئے ہیں اور دونوں رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا اللہ کے رسول مجھے بتلائیے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی کس بات پر رو رہے ہیں ؟ اگر مجھے رونا آیا تو میں بھی روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ بھی آیا تو آپ دونوں کے رونے کی بنا پر رونے کی کوشش کروں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس بات پر رو رہا ہوں جو تمہارے دوستوں نے ان سے فدیہ لینے کے بارے میں میرے سامنے پیش کی تھی، ان کا عذاب مجھے اس درخت سے بھی قریب تر دکھایا گیا۔۔ وہ درخت جو رسول اللہ کے قریب تھا۔۔ اور اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں ہیں۔ "کسی نبی کے لیے (مناسب) نہیں تھا کہ اس کے پاس قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون بہائے۔۔۔ اس فرمان۔۔۔۔ تو اس میں سے کھاؤ جو حلال اور پاکیزہ غنیمتیں تم نے حاصل کی ہیں" تو اس طرح اللہ نے ان کے لیے غنیمت کو حلال کر دیا۔"

نبی اکرم ﷺ اپنی شفقت وصلۂ رحمی اور اپنے فطری میلان رحم دلی کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے اختلاف کیا کہ یہ قیدی مشرکین کے سردار اور کفر کے امام ہیں ان کے وجود سے زمین کو پاک کر دیا جائے تو اس طرح کفر کا زور ٹوٹ جائے گا اور تمام مشرکین پر ہیبت بیٹھ جائے گی اس طرح مشرکین سے کامل بیزاری اور نفرت کا اظہار ہو جائے گا اسی رائے کی تائید اللہ کی جانب سے وحی کی صورت میں ہوئی۔

---

[13]۔ مسلم بن الحجاج، ابوالحسن القشیری(م 261ھ) صحیح مسلم، 3:1375، روایت نمبر 1763

"مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ"[14]

"کسی نبی کے لیے (مناسب) نہیں تھا کہ اس کے پاس قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون بہائے۔"

اسیران بدر کے سلسلے میں جو رائے حضرت عمرؓ نے پیش کی اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ صائب الرائے بھی تھے اور الہامی شخصیت بھی تھے جیسا کہ محمد حسین ہیکل بیان کرتے ہیں:

"اس طرح اسیران بدر کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کی رائے نے الہامی شخصیت ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا جیسا کہ اس سے پہلے اذان کے مسئلے میں بھی ظاہر ہو چکا تھا۔ اس سے نبی کریم علیہ التحیتہ والتسلیم اور مسلمانوں کی نظر کی نگاہ میں حضرت عمرؓ کی حیثیت بلند اور ان کی رائے دقیع ہو گئی.......... وحی نازل ہوئی اور اس نے اسیران بدر کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کی رائے کی تصدیق کر دی۔ اس سے حضرت عمرؓ کو خدمت نبوی میں اور تقرب اور اعتبار حاصل ہو گیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرح وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے مشیر بن گئے"[15]

مذکورہ معاملہ کے بارے میں اگرچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کی رائے پر عمل کیا گیا لیکن اس معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے غالب رہی:

"بدر کی لڑائی سے جب کفار قید ہو کر آئے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کی رائے سے اختلاف کیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے دی، آن حضرت ﷺ نے انہی کی رائے پر عمل کیا اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی، اگرچہ نتیجہ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس معاملہ میں غالب رہی"[16]

یہاں اصل مقصود ہمارا یہ بتلانا ہے کہ اہم مواقعوں پر آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشاورت فرماتے جو نہایت تدبر اور معاملہ فہمی کے ساتھ اپنی رائے دیتے اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں حضرات کے مختلف اوقات میں نہایت اہم امور ذمہ لگاتے تھے جو احسن طریقہ سے یہ نفوس سے سرانجام دیتے۔ خصوصاً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متقی پرہیزگار ہونے کے ساتھ ساتھ فہیم اور صائب الرائے بھی تھے اور معاملہ فہمی کی خداد صلاحیتوں سے بھی مالامال تھے جیسا کہ ثقیف کی جنگ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے آپؓ سے مشورہ طلب کیا کیونکہ آپؓ میں روحانی لطافت و نظافت بدرجہ اتم موجود تھی اور یہی وصف تھا جس کی وجہ سے آپؓ کو تعبیر رویا کے فن میں ید طولیٰ حاصل ہوا اور اسی لیے آپؓ کی رائے پر ثقیف کے محاصرے کے دوران رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا:

---

[14]۔ سورۃ الانفال، 68:8

[15]۔ محمد حسین ہیکل، سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، مترجم، حبیب اشعر، لاہور، اسلامی کتب خانہ اردو بازار، س ن، ص 90،91

[16]۔ عبدالشکور، مولانا، فاروقی لکھنوی، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، کراچی، البشریٰ ویلفئیر اینڈ ایجوکیشنل ٹرسٹ، 9/2 سیکٹر 17 کورنگی انڈسٹریل ایریا بالمقابل محمدیہ مسجد، بلال کالونی، ص 31،32

"قال ابن إسحاق: وقد بلغني أن رسول الله ﷺ قال لأبي بكر وهو محاصر ثقيفا " يا أبا بكر إني رأيت أني أهديت لي قعبة مملوءة زبدا فنقرها ديك فهراق ما فيها " فقال أبو بكر ﷺ: ما أظن أن تدرك منهم يومك هذا ما تريد، فقال رسول الله ﷺ " وأنا لا أرى ذلك "[17]

"ثقیف کے محاصرہ کے دوران رسول اللہ نے حضرت ابو بکرؓ کو بتلایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مکھن سے بھرا ہو پیالہ مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے لیکن مرغ نے اس میں چونچ مار کر مکھن گرا دیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ ارادہ کے مطابق آج ان پر قابو نہیں پا سکیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بھی اس میں کامیابی نہیں دیکھ رہا۔"

صحابہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بہت سے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے مشورہ دینے میں زیادہ صائب الرائے تھے ان کی آرا کو خاص اہمیت حاصل تھی ایک تحقیقی کتاب "صدیق اکبر تاریخ کی روشنی میں" کے مصنف بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ صحابہ سے سیاسی امور میں گفتگو کرتے اور اپنے عام وخاص معاملات میں مشورہ بھی لیتے تھے لیکن حضرت ابو بکر اس شرف کے علاوہ مزید خصوصیات سے ممتاز تھے اور جو صحابہ کسری وقیصر اور نجاشی کے ممالک میں جا چکے تھے اور وہاں کے حالات سے واقف تھے۔ وہ حضرت ابو بکر صدیق کو آپ کا وزیر کہتے تھے"[18]

آنحضرت ﷺ کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فوقیت دینے کی بہت سی وجوہات تھیں مگر ایک وصف یہ بھی تھا سکہ حضرت ابو بکر صدیق توفیق الٰہی سے روحانی طور پر اس مقام کو پا چکے تھے کہ ان سے سرزد ہونے والے اعمال غلطیوں سے محفوظ ہوتے۔ حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله يكره في السماء أن يخطأ أبو بكر في الأرض" وعنه أن النبيﷺ لما بعثه إلى اليمن استشار ناسًا من أصحابه فيهم أبو بكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وأسيد بن حضير فقال أبو بكر: لولا أنك استشرتنا ما تكلمنا فقال النبيﷺ: "إني فيما لم يوح إلي كأحدكم" فتكلم القوم فتكلم كل إنسان برأيه قال: "ما ترى يا معاذ؟ " قال: أرى ما قال أبو بكر فقالﷺ: "إن الله يكره من فوق سمائه أن يخطأ أبو بكر" أو قال: "أن يخطئ أبو بكر"[19]

"اللہ تعالی آسمان پر اس بات کو پسند نہیں فرماتے کہ ابو بکر سے زمین پر کسی غلطی کا ارتکاب ہو رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو اصحاب سے جن میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، اسید بن حضیر حاضر تھے مشورہ کیا تو ابو بکر نے عرض کیا آپ

[17]۔ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر (م774ھ) البدایۃ والنھایۃ، ناشر، دار احیاء التراث العربی، الطبعۃ الاولی، 1408ھ، 1988ء، 401:4

[18]۔عبدالرحمان، ڈاکٹر حافظ، صدیق اکبر تاریخ کی روشنی میں، کراچی، طاہر سنز 45۔اے اردو بازار، 1985ء، ص130

[19]۔محب الدین الطبری، ابوالعباس، احمد بن عبداللہ بن محمد (م694ھ) الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، ناشر، دار الکتب العلمیۃ، س ن، 162:1

ﷺ مشورہ طلب نہ بھی فرماتے تو ہم اعتراض نہ کرتے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جن امور میں مجھے وحی نہیں کی گئی میں تمہاری طرح ہوں اس بات پر ہر ایک نے اپنی رائے پیش کی آپ نے فرمایا معاذ تمہارا کیا مشورہ حضرت معاذ نے حضرت ابو بکر کی رائے سے اتفاق کیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "إن اللہ یکرہ من فوق سمائہ أن یخطأ أبو بکر "اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ ابو بکر سے زمین پر غلطی سرزد ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سیاسی تدبر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں سیاسی تدبر اور قومی مسائل کا ادراک بدرجہ اتم تھا سیاسی حکمت وتدبر اور انتظامی معاملہ فہمی نے حضرت فاروق اعظم کی رائے کو تمام مسلمانوں میں بے دقیع بنا دیا تھا جیسا کہ محمد حسین ہیکل بیان کرتے ہیں:

"اور نہ ہمارا مقصد ان کی اصابت رائے اور وسعت علم کو ظاہر کرنا ہے بلکہ ہم اس طرز عمل کے اس پہلو کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، جس سے عوامی مسائل میں حضرت عمر کی گہری دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے اور جس کی پیش نظر وہ ایک ایسے مدبر کی حیثیت میں ہمارے سامنے آتے ہیں جو قومی سیاست، قومی مسائل اور قومی نظام کی بہتری کے لیے ہمہ تن عمل ہوتا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ حضرت عمر کی یہ خصوصیت ان کی دوسری تمام خصوصیات سے زیادہ نمایاں ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ انہیں اپنا وزیر فرمایا کرتے تھے اور صحابہ سے مشورہ کے موقع پر ان کی رائے کو اپنے مخلص اور جاں نثار دوست حضرت ابو بکر صدیق کی رائے کے ہم پلہ قرار دیتے تھے"[20]

سیدنا صدیق اکبرؓ بحیثیت امیر حج:

اگرچہ مکہ 8 ہجری میں فتح ہو چکا تھا لیکن ملک میں مکمل طور پر امن وامان قائم نہ ہو سکا تھا لیکن 9 ہجری تک حالات کافی حد تک سنبھل چکے تھے اس لیے اس سال کعبہ کو مکمل طور پر کفر وشکر اور بدعات سے پاک کرنے کا عزم کیا گیا چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارکان حج کی ادائیگی کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی نیابت ووزارت کا فریضہ نہایت احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے 9ھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مکہ امیر حج بنا کر روانا کیا۔

"أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، بَعَثَهُ فِي الحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الوَدَاعِ، فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُونَ فِي النَّاسِ: «أَنْ لاَ يَحُجَّنَّ بَعْدَ العَامِ مُشْرِكٌ وَلاَ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ» فَكَانَ حُمَيْدٌ يَقُولُ: يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الحَجِّ الأَكْبَرِ، مِنْ أَجْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ"[21]

---

[20]۔ محمد حسین ہیکل، سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مترجم، حبیب اشعر، ص 106

[21]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، صحیح البخاری، ناشر، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الاولی، 1422ھ، 65:6، حدیث نمبر 4657

"بیشک ابوہریرہؓ نے انہیں بتایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُس حج کے موقع پر جس میں انہیں رسول اللہ ﷺ نے امیر (حج) بنایا تھا۔ حجۃ الوداع سے (ایک سال) قبل 9ھ میں۔انہیں بھی ان اعلان کرنے والوں میں رکھا تھا جنہیں لوگوں میں آپؐ نے اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے اور نہ کوئی بیت اللہ کا طواف ننگا ہو کر کرے۔حمید نے کہا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم نحر بڑے حج کا دن ہے۔"

یہ پہلا موقع تھا جب کعبہ ہر قسم کے کفر شرک سے پاک کر کے عبادت ابراہیمی کا مرکز قرار دیا گیا جیسا کہ سیرت النبی ﷺ کے مصنفین بیان فرماتے ہیں:

"غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ذیقعد یا ذوالحجہ سن 9ھ میں آنحضرت ﷺ نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ سے حج کے لئے روانہ فرمایا،ان میں حضرت ابو بکرؓ قافلہ سالار، حضرت علی نقیب اسلام اور حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابرؓ حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ ہم معلوم تھے۔قربانی کے لئے (آنحضرت ﷺ کی طرف سے) بیس اونٹ ساتھ تھے"[22]

رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمرؓ پر بے انتہا اعتماد:

جس وقت میں مکہ فتح ہوا اور آپ ﷺ نے خطبہ حج الوداع سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کوہ صفا پر جا کر بیٹھ گئے اور نئے ہونے والے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی بیعت لینے لگے جب آپ ﷺ مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگایا کہ وہ عورتوں سے بیعت لیں جیسا کہ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں:

"فقال رسول الله ﷺ لعمر"بايعهين واستغفر لهن الله إن الله غفور رحيم " فبايعهن عمر وكان رسول الله ﷺ لا يصافح النساء ولا يمس إلا امرأة أحلها الله له أو ذات محرم منه"[23]

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تم ان سے بیعت لے لو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت لے لی اور رسول اللہ کا اصول تھا کہ آپ کسی عورت سے مصافحہ نہیں کرتے اور آپ غیر محرم عورت کو نہ چھوتے۔"

خواتین سے بیعت لینا ایک حساس اور نہایت اہم ذمہ داری تھی اس فریضہ کو وہ انجام دے سکتا تھا جس نے امیال و عواطف کو مرضیات خداوندی کے طابع کر لیا ہو اور وہ سراپا عبدیت و بندگی بن چکا ہو اس معیار پر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہی پورے اترتے تھے اس لیے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کے لیے انحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا۔

---

[22]۔ شبلی نعمانی، علامہ، سلیمان ندوی، علامہ سید، سیرت النبی ﷺ، لاہور ادارہ اسلامیات، دینا ناتھ مینشن مال روڈ، اشاعت اول 1423ھ، 2002ء، 340:1

[23]۔ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر (م 774ھ) البدایۃ والنھایۃ، 365:4

خلاصہ کلام:

ہر ذی شعور اس بات سے واقف ہے کہ حاکم کو نظام سلطنت چلانے کے لیے مشاورت کی ضرورت پیش آتی ہے جن نفوس سے مشورہ کیا جاتا ہے انہیں وزیر یا مشیر کا نام دیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی حیثیت امیر کی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تابع فرمان تھے اور ہجرت مدینہ کے بعد ایک مکمل اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی اس ریاست کا نظام چلانے کے لیے خصوصیت رسول اللہ ﷺ کو مشاورت کی اور امور سلطنت کو چلانے کے لئے معاونین کی ضرورت محسوس ہوئی یوں تمام صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے مشیر اور وزیر تھے لیکن یہ اعزاز خصوصیت سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے حصے میں آیا جس پر کتب احادیث، کتب سیرت اور کتب تاریخ شاہد ہیں کہ عہد رسالت میں شیخینؓ وزارت کے عہدے پر فائز تھے جن سے ہر اہم معاملہ میں رسول اللہ ﷺ نے مشاورت کی اور مختلف مواقعوں پر ان کے ذمہ بہت سے نہایت اہم امور لگائے۔

سفارشات:

اس حقیقت کا اعتراف کیے بنا چارہ نہیں کہ عہد حاضر میں دنیا میں جہاں جہاں مسلم حکومتیں قائم ہیں ان کا طرز حکمرانی مکمل طور پر اطمینان بخش نہیں ہے معمولی کمی بیشی کے ساتھ ہر جگہ عوام الناس کو عدل و مساوات کے فقدان اور تحفظ و کفالت کی عدم دستیابی کا سامنا ہے جب کہ ہم اگر خلفائے راشدین کے طرز حکمرانی کا مطالعہ کریں تو یہ رسول اللہ ﷺ کے وزیر و مشیر بھی رہے، ایک دوسرے کے بھی وزیر و مشیر رہے اور اپنے اپنے وقت پر حکمران بھی ہوئے ان خلفائے راشدین نے مثالی عدل و مساوات قائم کیا عوام الناس کو تحفظ فراہم کیا ان کی کفالت کی۔ ہماری ساڑھے چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے جس نے بھی ان خلفائے راشدین کا نقش قدم اپنایا اس کی حکومت مثالی رہی آج بھی ان نفوس قدسیہ کے اوصاف حمیدہ وہی افادیت رکھتے ہیں جو آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے رکھتے تھے آج بھی مسلم حکمران، وزیر و مشیر انہی مذکورہ اوصاف کو اپنا کر اپنے طرز حکمرانی کو مثالی بنا سکتے ہیں۔